

106542 - کیا اپنے داماد کو زکاۃ دے سکتا ہے؟ کیونکہ اس کی تنخواہ بہت تھوڑی ہے؟

سوال

سوال: کیا کسی آدمی کیلئے اپنی زکاۃ اپنے داماد کو دینا جائز ہے؟ کیونکہ اس کی تنخواہ معمولی ہے اور اس کے بچے بیرون ملک یونیورسٹیز میں پڑھ رہے ہیں۔

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

اول:

آدمی اپنی زکاۃ اپنے داماد کو دے سکتا ہے، بشرطیکہ وہ زکاۃ کا مستحق ہو، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ عام ہے: (إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ)

ترجمہ: صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور [زکاۃ جمع کرنے والے] عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر پر (خرچ کرنے کے لیے ہیں)، یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جانتے والا، کمال حکمت والا ہے۔ [التوبة:60]

فقیر اور مسکین کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جس کے پاس ضرورت پوری کرنے کیلئے مال نہ ہو۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"فقراء اور مساکین اپنی ضرورت کی بنا پر زکاۃ وصول کر سکتے ہیں، تاہم فقیر شخص مساکین سے زیادہ حقدار ہے۔

اہل علم کا کہنا ہے کہ: اس میں وہ شخص شامل ہے جو اپنا اور اہل و عیال کا پیٹ پالنے سے قاصر ہے، لیکن جو شخص پیٹ پال سکتا ہے تو وہ فقراء اور مساکین میں شامل نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ: اگر ایک شخص کی ماہانہ تنخواہ 4000 ریال ہے، لیکن اس کے اہل خانہ کا خرچہ 6000 ماہانہ ہے جس میں کپڑے، کھانے پینے کا سامان، مکان کا کرایہ اور دیگر ضروریات زندگی شامل ہوتی ہیں، تو ماہانہ 2000 ریال کی کمی کا سامنا ہونے کی وجہ سے اسے سالانہ 24000 ریال دیے جائیں گے، اس سے زیادہ کچھ نہیں دیا جائے گا، جیسے کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ: فقراء اور مساکین کو ان کی سالانہ ضرورت کے مطابق دیا جائے

گا" انتہی

"فتاویٰ نور علی الدرب"

دائمى فتوى كميٲى كے علمائے كرام سے پوچھا گیا:

" ماہانہ تنخواہ لینے والا ملازم اخراجات پورے نہ ہونے كى وجہ سے زكاة لینے كا مستحق ہے؟"

تو انہوں نے جواب دیا:

" اگر اس كى ماہانہ تنخواہ اس كے اخراجات پورے نہ كرتى ہو اور اس كے پاس اور كوئى ذريعہ آمدن بھى نہ ہو تو وہ

زكاة لے سكتا ہے، چنانچہ جس شخص پر زكاة واجب ہو رہى ہے تو وہ اسے صرف اتنا دے جو اس كے جائز

اخراجات كو پورا كرنے كے لئے كافى ہو؛ كيونكہ مذكورہ حالت ميں وہ مسكينوں ميں شمار ہوگا۔" انتہی

"فتاوى اللجنة الدائمة" (10/7)

اسى ميں (10/17) ہے كہ:

"متوسط درجے كى زندگى گزارنے والا شخص جس كے پاس اپنى ضروريات زندگى پورى كرنے كيلئے ذرائع اور وسائل

موجود ہوں تو اسے زكاة دينا جائز نہیں ہے، اور اگر سخت كنجوسى كے ساتھ ہى اس كى ضروريات پورى ہوتى ہوں

تو پھر بقدر ضرورت و حاجت زكاة دى جا سكتى ہے" انتہی

مندرجہ بالا تفصيل كے بعد:

جس شخص كے بارے ميں استفسار كيا گیا ہے اس كى ماہانہ تنخواہ مہينے كے آخر تك كافى نہیں ہوتى تو اسے

زكاة دينا جائز ہے، بلکہ اگر اچھى تنخواہ بھى اسے كفايت نہ كرمے تب بھى زكاة وصول كر سكتا ہے؛ كيونكہ اس كى

سارى تنخواہ اپنے اور بچوں كے عام اور تعليمى اخراجات ميں صرف ہو جاتى ہے، اور جيسے ہى اس ميں زكاة كے

مستحق افراد كى صفات پائى جائیں گى اسے زكاة دينا جائز ہوگا۔

دوم:

پر انسان كو چاہيے كہ اس كے اخراجات آمدن كے مطابق متوازن ہوں، چنانچہ يہ كوئى حكمت والى بات نہیں ہے كہ

انسان خود فقير ہو اور اس كے پاس كچھ ہو بھى نہ ليكن پھر بھى اپنے بچوں كو بيرون ملك جامعات ميں تعليم دلوانے

كيلئے خطير رقم صرف كر دے اور پھر لوگوں كے سامنے ہاتھ پھيلاتا پھرے۔

بلکہ وہ اپنے بچوں كو ايسى جامعات ميں داخل كروا سكتا تھا جن ميں تعليمى سہوليات قدرے سستى ہيں، تا كہ خود كو

دوسروں كے سامنے ذلت سے بچا سكتے۔

واللہ اعلم.